23 فروری 1961ء

ازعدالت الاعظمیٰ

ریاست جموں وکشمیر

بنام

میر غلام رسول

(پی۔ بی۔ گجیندر اگڈکر، اے۔ کے۔ سرکار، کے۔ این۔ وانچو، کے۔ سی۔ داس گپتا اور این۔ راجا گوپال آیانگر، جسٹسز)

بنیادی حقوق۔ قانون کے سامنے مساوات۔ قانون کی خلاف ورزی، اگر قانون کے مساوی تحفظ کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ عملداری درخواست۔ اس میں کوئی بنیادی حق شامل نہیں ہے۔ ہائی کورٹ کا فرض۔ آئین ہند، کے آرٹیکلز 14، 32 (2اے)۔

حکومت جموں وکشمیر نے اپنے ذریعہ قائم کردہ انکوائری کمیشن کی رپورٹ کی بنیاد پر مدعا علیہ کو برطرف کردیا جسے پہلے معطل کیا گیا تھا۔ مدعا علیہ نے آئین ہند کے آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت جموں و کشمیر ہائی کورٹ کا رخ کیا، جس کا اطلاق ریاست جموں وکشمیر پر ہوتا ہے، جس میں دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ اسے معطل کرنے اور عہدے سے ہٹانے کے حکم کے جواز پر سوال اٹھاتے ہوئے انکوائری کمیشن کی طرف سے قدرتی انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہے۔ آئین ہند کے آرٹیکل 226 اور 311 (2) کا اطلاق ریاست جموں وکشمیر پر نہیں کیا گیا تھا۔ آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت کام کرتے ہوئے ہائی کورٹ نے مدعا علیہ کو معطل کرنے اور ان کی تنزلی کے احکامات کو کالعدم قرار دے دیا۔

انہوں نے کہا کہ ہائی کورٹ کو آئین ہند کے آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت کام کرنے کا کوئی اختیار

نہیں ہے کیونکہ عملداری درخواست میں کسی بھی بنیادی حق کی خلاف ورزی کا انکشاف نہیں کیا گیا ہے۔

مزید برآں، حکومت کی جانب سے کسی قانون کی خلاف ورزی، اگر کوئی ہو، قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار کے مترادف نہیں ہے، کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے کبھی یہ الزام نہیں لگایا گیا تھا کہ اس قانون کا فائدہ صرف اس کو دینے سے انکار کیا گیا تھا۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: 1957 کی دیوانی اپیل نمبر 31۔

جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے 27 ستمبر 1955 کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل 1955 کی متفرق درخواست نمبر 23 میں کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے ریاست جموں و کشمیر کے ایڈوکیٹ جنرل جسونت سنگھ اور آر ایچ دھیبر نے کہا۔

جواب دہندگان کی طرف سے ایس این اینڈلے، جے بی دادا چن جی، رامیشور ناتھ اور پی ایل ووہرا شامل ہیں۔

23/ فروری 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس سرکار: مدعا علیہ ایک سول انجینئر ہے جو اپیل کنندہ، ریاست جموں و کشمیر کی حکومت کے تحت مختلف عہدوں پر فائز رہا ہے۔ 8 ستمبر 1954 کو، جب مدعا علیہ ڈیولپمنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز تھا، اس تاریخ کو اپیل کنندہ کے ذریعہ دیئے گئے ایک حکم کے ذریعہ اسے معطل کر دیا گیا تھا۔ بعد ازاں درخواست گزار نے 12 فروری 1955 کو ایک اور حکم جاری کیا جس میں درخواست گزار کو ڈویژنل انجینئر کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

12 مئی 1955 کو مدعا علیہ نے آئین ہند کے آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت جموں و کشمیر ہائی کورٹ کا رخ کیا، جس کا اطلاق ریاست جموں و کشمیر پر ہوتا ہے، جس میں درخواست گزار کو ہدایت دی گئی کہ وہ 12 فروری 1955 کے حکم پر عملدرآمد نہ کرے اور اسے چیف انجینئر کے طور پر تسلیم کرے۔ معطلی کی تاریخ سے اور اس عہدے کی تمام مراعات کے ساتھ جب انہیں معطل کیا گیا تھا تو ان کے پاس بنیادی عہدہ تھا۔ ہائی کورٹ نے درخواست کے مطابق عملداری جاری کی۔ ریاست ہائی کورٹ کے فیصلے سے اپیل کرتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس معاملے کو ضرور لیا جانا چاہیے، اس لیے حقائق میں بہت زیادہ جانا غیر ضروری ہے۔ اپیل کنندہ کے تحت اپنے کیریئر کے ایک مرحلے پر، مدعا علیہ نے سندھ ویلی ہائیڈرو الیکٹرک اسکیم میں

کچھ ذمہ داری کی نوکری کی۔ یہ اسکیم سندھ کے واٹر کورس میں بنائے گئے ڈیموں سے بجلی پیدا کرنے اور پانی کو آبپاشی کے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ اس اسکیم پر کام کچھ عرصہ پہلے شروع ہوا ہے۔ مدعا 1949 سے لے کر 1953 میں کام سے ٹرانسفر ہونے تک اسکیم سے منسلک تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ کام کی پیشرفت اور اس کے انجام دینے کے طریقے سے غیر مطمئن تھا اور اس نے ایک کمیشن آف انکوائری قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ (a) اسباب کی چھان بین کرنا (i) تخمینوں میں تیزی سے اضافہ، (ii) ناقص منصوبہ بندی اور کام کی تکمیل میں تاخیر اور (iii) دیگر بے ضابطگیوں اور (b) افراد پر ذمہ داری کا تعین کرنا۔ متعلقہ اور مناسب سفارشات کریں۔ تحقیقات کے التوا میں مدعا سمیت سکیم کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل درآمد سے وابستہ مختلف افسران کو 8 ستمبر 1954 کو معطل کر دیا گیا۔ اس کے بعد 20 اکتوبر 1954 کو اپیل کنندہ نے مختلف افراد پر مشتمل ایک کمیشن قائم کیا۔ کمیشن نے کچھ انکوائری کی اور بالآخر اپنی رپورٹ اپیل کنندہ کو پیش کی۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے جواب دہندہ کو رپورٹ کی بنیاد پر کارروائی کرنے کا دعوی کرتے ہوئے تنزلی کا حکم دیا۔ مزید حقائق بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ نے عملداری کے لئے اپنی درخواست میں ان بنیادوں پر انہیں معطل کرنے اور ان کی تنزلی کے احکامات کے جواز پر سوال اٹھایا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ کمیشن نے قدرتی انصاف کے اصولوں کے مطابق جانچ نہیں کی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں اپنے خلاف لگائے گئے الزامات سے بھی آگاہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی مناسب سماعت دی گئی اور اگر انہیں مناسب موقع دیا جاتا تو وہ ثابت کر دیتے کہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کمیشن کی تقرری صرف پبلک سرونٹس (انکوائریز) ایکٹ، 1977 (کشمیر دور) کی دفعہ 2 کے تحت کی جاسکتی تھی، اور اس لئے یہ سمجھا جانا چاہئے کہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ انہوں نے شکایت کی کہ کمیشن نے تحقیقات کرتے وقت اس ایکٹ کی دفعات پر عمل نہیں کیا۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ 1939 کے اسٹیٹ کونسل آرڈر نمبر 81 سی کے ذریعہ منظور کردہ کشمیر سول سروس رولز میں طے شدہ طریقہ کار کے مطابق ہی مدعا علیہ کے عہدے میں کمی کی جاسکتی ہے اور اس طریقہ کار پر عمل نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ ہائی کورٹ میں اس سوال پر کافی بحث ہوئی ہے کہ آیا ان قوانین کو قانون کا درجہ حاصل ہے یا نہیں۔ ہائی کورٹ نے یہ موقف اختیار کیا جو ان کے پاس تھا۔ ہم اس بنیاد پر آگے بڑھیں گے کہ ہائی کورٹ صحیح تھا اور مدعا علیہ کے ذریعہ اپنی عرضی میں لگائے گئے الزامات کو ثابت کیا گیا تھا۔

اب ہائی کورٹ کو آئین کے آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت اپنے اختیارات استعمال کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعہ بنائے گئے حکم کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا اگر یہ اس شق کے ذریعہ جائز نہیں تھا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ اہتمام ان شرائط میں ہے:

آرٹیکل 32 (2اے) "شق (1) اور (2) کے ذریعہ تفویض کردہ اختیارات میں تعصب کے بغیر، ہائی کورٹ کو ان تمام علاقوں میں اختیارات حاصل ہوں گے جن کے سلسلے میں وہ کسی بھی شخص یا اتھارٹی کو جاری کرنے کا اختیار استعمال کرتا ہے، بشمول مناسب معاملات میں ان علاقوں کے اندر کسی بھی حکومت، ہدایات یا احکامات یا رٹ، بشمول ہیبیاس کارپس کی نوعیت کی رٹ، اس حصے کے ذریعہ تفویض کردہ حقوق میں سے کسی کے نفاذ کے لئے حکم، ممانعت، کووارنٹ اور سرٹیفکیٹ، یا ان میں سے کوئی بھی۔

اس کے بعد ہائی کورٹ آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال صرف "اس حصے کے ذریعہ فراہم کردہ کسی بھی حقوق کے نفاذ کے لئے" کر سکتی ہے۔ جس حصے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حصہ سوم ہے اور اس کے ذریعہ تفویض کردہ حقوق بنیادی حقوق ہیں۔ لہذا ہائی کورٹ آرٹیکل 32 کی شق (2اے) کے تحت صرف بنیادی حق کو نافذ کرنے کے لیے کام کر سکتی ہے۔

تاہم، واحد بنیادی حق جس کی خلاف ورزی پر مدعا علیہ کے وکیل ہائی کورٹ کے حکم کی حمایت میں بھروسہ کر سکتے تھے، وہ آرٹیکل 14 کے ذریعہ دیا گیا تھا، یعنی قوانین کے مساوی تحفظ کا حق۔ ان کا کہنا تھا کہ مدعا علیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کشمیر سول سروس رولز کے تحت طے شدہ طریقہ کار پر عمل کرے اور چونکہ اس طریقہ کار پر عمل نہیں کیا گیا اس لیے ان کے موکل کو قوانین کے مساوی تحفظ سے محروم رکھا گیا۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اگر قواعد ایک قانون ہیں اور مدعا علیہ کو ان کا فائدہ نہیں دیا گیا ہے، تب بھی جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اپیل کنندہ نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ لیکن یہ قوانین کے مساوی تحفظ کے حق کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ بصورت دیگر، حکومت کی طرف سے قانون کی ہر خلاف ورزی قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار کے مترادف ہوگی۔ ہم اس تجویز کی حمایت میں کسی اتھارٹی سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں کسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ نہ ہی ہم اصولی طور پر اس کے لئے کوئی حمایت تلاش کرنے کے قابل ہیں۔ یہ مدعا علیہ کا معاملہ نہیں ہے کہ اپیل کنندہ کے دیگر ملازمین کو ان قواعد کا فائدہ دیا گیا تھا اور اس طرح کے فوائد صرف اسے ہی دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اپیل کو اس سادہ بنیاد پر منظور کیا جانا چاہئے کہ مدعا علیہ کی درخواست کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی ظاہر نہیں کرتی ہے۔ ہائی کورٹ کو آرٹیکل 32 (2اے) کے تحت کام کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بتانا درست ہے کہ ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 226 اور 311 (2) کا اطلاق ریاست جموں و کشمیر پر کسی بھی وقت نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا ان مضامین کے پیش نظر مدعا علیہ کی درخواست قابل سماعت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے مطابق اپیل کی اجازت دی جاتی ہے۔ اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔

اپیل کی اجازت ہے۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document